Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید
eISSN:2789-6331
pISSN:2789-4169
Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد07، شمارہ 01

یاسمین حمید کی شاعری کا ایکو فیمینسٹ مطالعہ

نائلہ کوثر

پی ایچ ڈی سکالر، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد

زاہد عمران

لیکچرار، گورنمنٹ ڈگری کالج آف سپیشل ایجوکیشن، فیصل آباد

Naila Kausar
PhD Scholar, Government College Women University, Faisalabad
Zahid Imran
Lecturer, Government Degree College of Special Education, Faisalabad

ISSN
eISSN: 2789-6331
pISSN: 2789-4169

Copyright: © 2026 by the authors. This is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) license

Abstract: This article examines the Yasmeen Hameed's poetry from an ecofeminist perspective, exploring the relationship between women, nature, and patriarchal society. The study highlights how Hameed presents women's experiences of oppression, identity, and resistance through natural symbols such as the sea, trees, soil, seasons, and light. In her poetry, nature is not merely a background element but a living presence closely connected to female consciousness and creativity. The analysis reveals that Hameed portrays women as aware, resilient, and self-assertive individuals who challenge social constraints and seek self-realization. Her poetry also reflects ecological sensitivity and a spiritual vision based on harmony between human beings and the natural world. The study concludes that Yasmeen Hameed's poetic discourse embodies a significant ecofeminist consciousness, making her an important voice in contemporary Urdu poetry.

Keywords: Yasmeen Hameed, Ecofeminism, Urdu Poetry, Feminist Consciousness, Nature, Ecological Awareness, Patriarchy, Resistance, Ecocriticism

اکیسویں صدی میں تہذیب انسانی ماحولیاتی بحران، موسمیاتی تبدیلیاں، جنگلات کی کٹائی آبی و فضائی آلودگی اور حیاتیاتی تنوع کے خاتمے ایسے مسائل سے دوچار ہوئی ہے۔ ان میں انسان اور فطرت کے باہمی تعلق کو اساسی اہمیت حاصل ہے۔ ادبیات نے ان مسائل کو سائنسی اور سماجی کے بجائے ایک تہذیبی اور فکری بحران خیال کیا ہے۔ چنانچہ ادبی تنقید کے میدان میں نئے

Research Journal Tahqeed تحقیق تحقیقی مجلہ eISSN:2789-6331 pISSN:2789-4169 Published: 30-06-2026

نظریات و تصورات نے جنم لیا جنھوں نے انسان، سماج اور فطرت کے درمیان موجود طاقت کے رشتوں کا تعین از سر نو کیا۔ ایکو کریٹسزم اور ایکو فیمینزم اسی فکری تسلسل کی اہم کڑیاں ہیں۔ ایکو کریٹسزم ادب اور ماحول کے مابین تعلق کا مطالعہ ہے۔ ادب میں فطرت کی نمائندگی، انسانی رویوں اور ماحولیاتی شعور کو تنقیدی مباحث کا حصہ بنانا اس نظریے کا بنیادی خاصہ ہے۔ پیٹر بیری اس کی تعریف یوں کرتے ہیں:

> "The study of the relationship between literature and the physical environment" is the simplest definition of ecocriticism.”(1)

پیٹر بیری یہاں یہ واضح کرتے ہیں کہ ایکو کریٹسزم ادب کو انسانی تجربات تک محدود نہیں کرتا بلکہ ماحول اور فطری دنیا کے مابین تعلقات کے اظہار کا ذریعہ خیال کرتا ہے۔ ان مباحث نے واضح کیا کہ ماحولیات کی تباہی کا ذمہ دار وہی طاقتور سماجی اور ثقافتی نظام ہے، جس نے طول تاریخ میں عورت، اقلیتوں اور محکوم طبقات کا بے دریغ استحصال کیا۔ انہی مباحث نے ایکو فیمینزم کی بنیاد رکھی۔ اس ضمن میں نسرین احمد قتیبی ایکو فیمینزم کی بنیادی روح بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

> ”ایکو فیمینزم محض ایک سماجی تحریک نہیں، بلکہ یہ نسلی، طبقاتی، مذہبی اور جنسی تفریق پر مبنی جبر کی کڑی تنقید ہے۔ اس کا بنیادی مطالبہ کائنات کے ہر گوشے سے استحصال کے خاتمے اور انسانی و فطری وقار کی بحالی ہے۔“(۲)

ایکو فیمینزم عورتوں کے حقوق کی تحریک ہی نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر فکری رویہ ہے جو ہر قسم کی بالادستی اور استحصالی نظام کو چیلنج کرتا ہے۔ اس کے مطابق عورت، فطرت، محکوم قومیتیں اور کمزور طبقات ایک ہی استحصالی نظام کے مختلف شکار ہیں، لہٰذا ان کی آزادی اور بقا کا مسئلہ بھی مشترک ہے۔ ایکو فیمینسٹ ناقدین پدر سری معاشروں میں عورت اور فطرت کے درمیان ایک مخصوص رشتہ قائم کرتے ہیں۔ وہ عورت کو جذباتی، غیر عقلی، نرم اور فطرت سے قریب تر قرار دیتے ہیں، جبکہ مرد کو عقل، طاقت، اختیار اور تہذیب کا نمائندہ سمجھتے ہیں۔ اس تقسیم نے عورت اور فطرت دونوں کو کمتر حیثیت عطا کی اور مردانہ اقتدار کو جواز فراہم کیا۔ ڈاکٹر قاضی عابد اس تناظر میں لکھتے ہیں:

> "ایکو فیمنسٹ تنقید کا ماننا ہے کہ ادبی روایات کا ایک بڑا حصہ پدری سماج کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ ادب نہ صرف خواتین کے بارے میں فرسودہ افسانوی تصورات کو فروغ دیتا ہے، بلکہ عورت اور فطرت کو ایک

ہی 'منفی سانچے' میں ڈھال کر پیش کرتا ہے، تاکہ مردانہ طاقت، اقتدار اور بالادستی کے بیانیے کو مزید مستحکم کیا جاسکے۔"(۳)

اس نقطۂ نظر سے ادب میں عورت اور فطرت کی تصویر کشی جمالیاتی مسئلہ نہیں بلکہ طاقت کے رشتوں سے جڑا ہوا معاملہ ہے۔ ایکو فیمینزم ادب میں انہی تصورات اور رویّوں کو بے نقاب کرتا ہے جو عورت اور فطرت کو محکوم اور مرد کو حاکم کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ عصر حاضر میں ماحولیاتی بحران کی شدت نے ایکو فیمینزم کی معنویت کو مزید بڑھا دیا ہے۔ صنعتی ترقی، سرمایہ دارانہ نظام اور بے ہنگم شہری توسیع نے قدرتی وسائل کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ فطرت سے انسان کا تعلق توازن اور ہم آہنگی کے بجائے استحصال اور تسلط کی بنیاد پر استوار ہو گیا ہے۔ پروفیسر عتیق اللہ اس صورت حال کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انسان نے فطرت کو اپنی روح کی تسکین اور خالقِ کائنات کی معرفت کا ذریعہ بنانے کے بجائے، اسے اپنی مادی اغراض کی تکمیل کا آلہ کار بنالیا ہے۔ صنعتی ترقی کی اندھی دوڑ میں زمین کے سینے کو چھلنی کیا گیا، جنگلات کو معدوم کر دیا گیا، اور توسیعی منصوبوں کی آڑ میں ہری بھری وادیوں کو کنکریٹ کے ڈھیروں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ یہ عمل محض ماحولیاتی تنزلی نہیں، بلکہ ایک ایسی فکری گمراہی ہے جس نے کائنات کو 'مقدس امانت' کے بجائے 'استحصالی متاع' سمجھ لیا ہے۔"(۴)

درج بالا اقتباس جدید انسان کے اس رویّے کا عکاس ہے، جس میں فطرت کو ایک زندہ اور حساس وجود کے بجائے وسائل کے ذخیرے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایکو فیمینزم انسان کی اسی ذہنیت کو ہدف تنقید بناتا ہے کیونکہ اس کے نزدیک عورت اور فطرت دونوں کے خلاف استحصالی رویّوں کی جڑ غلبے، ملکیت اور طاقت کا تصور ہے۔ اردو ادب میں ایکو کرٹیکل اور ایکو فیمینسٹ مباحث نئے ضرور ہیں، لیکن فطرت اور انسانی وجود کے باہمی تعلق کی روایت بہت قدیم ہے۔ اردو شاعری میں متعدد شعرا نے فطرت کو انسانی احساسات، روحانی تجربات اور سماجی شعور سے جوڑا ہے۔ پروفیسر عتیق اللہ کے مطابق:

”اردو میں مجید امجد غالباً پہلے شاعر ہیں جنھیں Ecocentric کہا جاسکتا ہے جن کی شاعری میں فطرت بیان سے پرے ہو کر روح کا کلمہ بن گئی ہے۔“(۵)

یہ روایت بعد میں آنے والے شعرا کے ہاں بھی مختلف صورتوں میں جاری رہی، تاہم ان شاعرات کے ہاں یہ آواز زیادہ نمایاں ہے جنھوں نے عورت کے تجربے اور فطرت کے مظاہر کو باہم مربوط انداز میں پیش کیا۔ ان شاعرات میں یاسمین حمید کا نام

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقیق eISSN:2789-6331 pISSN:2789-4169 Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد07، شمارہ01

خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ ان کی شاعری میں فطرت جمالیاتی عنصر کے بجائے ایک زندہ، متحرک اور معنی خیز وجود کی حیثیت رکھتی ہے۔ درخت، پرندے، موسم، بارش، دھرتی اور نباتاتی مظاہر ان کے شعری کینوس پر عورت کے تجربات، شناختی مسائل اور وجودی احساسات کے ساتھ گہرا رشتہ قائم کرتے نظر آتے ہیں۔

پدرسری نظام نے فطرت کو محکوم اور قابلِ تصرف شے سمجھا اور اسی نظام نے عورت کو بھی حاشیے پر دھکیل کر اس کی ذات، احساسات اور شناخت کو محدود کرنے کی کوشش کی۔ ایکو فیمینسٹ تنقید میں عورت کے داخلی کرب، نفسیاتی الجھنوں اور وجودی بحران کو محض ذاتی مسئلہ کے بجائے سماجی اور ثقافتی جبر کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔ یاسمین حمید کی شاعری میں یہ پہلو نہایت شدت سے ابھرتا ہے۔ ان کی شاعری میں عورت بظاہر خاموش ہے لیکن اس کے باطن میں اضطراب، بے چینی، محرومی اور شناخت کی جستجو کا ایک وسیع جہان آباد ہے۔ ان کی نظم "اس شام سے اس صبح تک" ایسی کیفیت کا اظہار ہے جس میں موجودہ زندگی کی تلخیوں سے فرار اور ایک نئی دنیا کی آرزو نمایاں دکھائی ہے:

اس شام سے اس صبح تک
میں سونا چاہتی ہوں
دیر تک
اس شام سے
اُس صبح تک
جس کو ابھی تخلیق ہونا ہے
بہت کڑوا ہے میری نیند کا ہر گھونٹ
رنگین گو پھول جیسا
بے آواز
بے دستک(۶)

یہاں "شام" اور "صبح" وقت کے دو حصے کے طور پر نہیں بلکہ دو مختلف کیفیات کا اظہار ہیں۔شام، گھٹن، محرومی اور ذہنی تھکن سے بھری ہوئی زندگی کو ظاہر کرتی ہے۔ جبکہ "صبح" امید فضا مستقبل کی علامت ہے۔ ایک ایسا مستقبل جس میں عورت جب

جبر، ناانصافی اور سماجی پابندیوں سے آزاد ہو-یوں شاعرہ ایک پر سکون منصفانہ اور انسانی زندگی کی تلاش میں ہے-اگر ایکو فیمنسٹ زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ خواہش صرف عورت کی نہیں بلکہ فطرت کی بھی ہے، کیونکہ فطرت بھی عورت کی طرح استحصالی رویوں کا شکار ہے-یاسمین حمید کی نظم ''عجب الجھن ہے''میں اسی داخلی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے:

عجب الجھن ہے
جس کی تہ میں
کوئی دکھ نہیں
سکھ نہیں
رات جس کی کوکھ میں تارے نہیں ہیں
اور اندھیرا بھی نہیں ہے
آنکھ
جو بے در نہیں ہے
اور کھلتی بھی نہیں ہے
کیا عجب یہ لوگ ہیں
جو فیصلوں کے زخم رہتے ہیں(۷)

درجہ بالا نظم میں ''رات''اور''کوکھ''کی ترکیب معنی خیز ہے- رات تاریکی، خوف اور تنہائی کی علامت ہے، جبکہ کوکھ تخلیق اور نمو کا استعارہ ہے- رات کی کوکھ تاروں اور اندھیرے سے خالی ہے-جو اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ تخلیق کے امکانات معدوم ہو چکے ہیں اور احتجاج کی واضح صورتحال ممکن نہیں فطری مظاہر کی یہ کیفیت اس عورت کی نمائندگی کرتی ہے جو مسلسل سماجی دباؤ اور وجودی الجھنوں کا شکار ہو کر داخلی شناخت سے محروم ہو جاتی جارہی ہے۔ عورت اور فطرت کو ان کے فطری اظہار سے محروم کیے جانے کو ایکو فیمنزم ایسی بے سمتی اور خلا سے تعبیر کرتا ہے۔ اس داخلی کشمکش کا اظہار یاسمین حمید کی اس نظم سے واضح ہوتا ہے:

میں وار کر رہی ہوں اپنے آپ پر
کسی کی بے حسی کا یہ جواب ہے

Research Journal Tahqeed تحقیق تحقیقی مجلہ eISSN:2789-6331 pISSN:2789-4169 Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد07، شمارہ01

اسی پہ بوجھ اٹھائے چل رہی ہوں میں
جو راستہ کسی کا انتخاب ہے
یہ مان لیں کہ زندگی ہے اور کچھ
یہ جان لیں خواب صرف خواب ہے(۸)

درجہ بالا مصرعے عورت کی نفسیاتی حالت کی غمازی کرتے ہیں۔"اپنے اپ پر وار کرنا" وہ داخلی تشدد ہے-جو بیرونی بے حسی کے نتیجے میں جنم لیتا ہے- اس صورتحال میں عورت خود کو ہی الزام دینے لگتی ہے اور دوسروں کے منتخب کردہ راستوں کو اپنانے پر مجبور ہوتی ہے۔ ایکوفیمینیزم اس کیفیت کو پدرسری سماج کے ایسے جبر سے ہم آہنگ کرتا ہے، جو عورت کو اپنے فیصلے کرنے کے حق سے محروم کرتا ہے۔ عورت کا یہ دکھ ذاتی نہیں بلکہ اجتماعی نسائی تجربے کے طور پر سامنے آتا ہے-اس صورتحال کو یاسمین حمید نے اپنی نظم "Cathassis" میں یوں پیش کیا ہے:

مجھے کچھ نہیں لکھنا
مجھے تو کھل کے رونا ہے
مجھے سر پھوڑنا ہے
چیخنا ہے
جسم سے بہتے لہو کو دیکھنا ہے(۹)

یاسمین حمید کی شاعری میں عورت کا وجود مسلسل کشمکش سے دوچار ہے۔ اس کا باطن محرومی، خوف، تنہائی اور الجھن سے پرہیز ہے، لیکن ان کی تہہ میں خود آگاہی اور مزاحمت کے امکانات موجود ہیں۔ ایکوفیمنسٹ تناظر میں یہ داخلی قرب اس وسیع تر استحصالی نظام کی پیداوار ہے، جو عورت اور فطرت دونوں کو محکوم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس صورتحال میں شاعرہ نے اپنی تخلیقی بصیرت کے ذریعے اس جبر کے خلاف ایک خاموش اور موثر احتجاج کی کامیاب کوشش کی ہے۔ یاسمین حمید کی شاعری میں داخلی سفر بالآخر خود آگہی کی طرف بڑھتا دکھائی دیتا ہے۔ وہ دکھ اور شکست کی شاعری نہیں کرتیں بلکہ اپنے باطن میں جھانکنے کی دعوت بھی دیتی ہیں:

ابھی تاریکیوں کا سامنا ہے
ہمیں اپنے ہی اندر جھانکنا ہے

سفر میں شام ہوتی جا رہی ہے
کسی سے راستہ بھی پوچھنا ہے
میرے احساس کی مجبوریاں ہیں
اسے پیچھے بھی مڑ کر دیکھنا ہے(۱۰)

عورت اور فطرت کے مابین ایک گہرا رشتہ ہے۔ یہ دونوں تخلیق، نمو، بقا اور حیات کی علامت ہیں، تاہم پدری تہذیب اور مقتدر حلقوں نے طاقت کے استعمال سے ہمیشہ ان پر اپنا تسلط قائم رکھا ہے اور یہی تسلط ان کے استحصال کا باعث بنتا آ رہا ہے۔ ایکو فیمینزم عورت اور فطری ماحول کے اس تعلق کو نئے معنی سے تعبیر کرتا ہے اور انہیں محکومی کی بجائے طاقت، خود مختاری اور تخلیقی توانائی کے روپ میں دیکھتا ہے۔ یاسمین حمید کے ہاں قدرتی مناظر منظر نگاری کے بجائے عورت کے وجود احساسات اور آزادی کی خواہش کے طور پر ابھرتے ہیں۔ اس ضمن میں ان کی نظم ''تمہی ہو'' قابل توجہ ہے۔ جہاں شاعرہ اپنے وجود کو سمندر، زمین اور آسمان جیسی وسیع کائناتی علامتوں سے وابستہ کرتی دکھائی دیتی ہے۔ نظم ''تمہی ہو'' کا یہ حصہ ملاحظہ ہو:

تمہی ہو
مری عمر بھر کا اثاثہ تمہی ہو
میرے ہاتھ میں کوئی ایسا ہنر بھی نہیں
کہ جس سے بہاؤ سمندر کا روکوں
سمندر، جو میں ہوں
سمندر، جو سارا جہاں ہے
سمندر کہ جس میں زمین ہے
زمین سے بڑا آسمان ہے
زمین، آسمان
بندشوں سے جو آزاد ہیں
اور مقید بھی ہیں(۱۱)

یاسمین حمید کے ہاں "سمندر" اس کے وجود کا استعارہ بن کر سامنے آتا ہے۔یہ عورت اور ماحول کے درمیان مصنوعی حد بندیوں کو ختم کرتے ہوئے اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ عورت بھی سمندر کی مانند گہری وسعت اور مسلسل حرکت کی حامل ہے۔ اس لیے یاسمین حمید کی شاعری میں سمندر ساحل اور موج کے علامتیں متعدد بار آئی ہیں۔ ان علامتوں کے ذریعے وہ عورت کی داخلی دنیا اور اس کی آزادی کی خواہش کو فطرت کے مناظر سے ہم کنار کرتی ہے۔ اس بات کا اظہار ان کے ذیل کے اشعار میں واضح طور پر نظر آتا ہے۔ اس ضمن میں وہ کہتی ہیں:

فقط ساحل پر بیٹھے بے بسی کی خاک اڑاؤں
کہ تند و تیز موجوں کی طلب میں ڈوب جاؤں (۱۲)

یاسمین حمید کی شاعری میں قدرت کا متحرک عنصر عورت کے آزاد شعور کے طور پر سامنے آتا ہے۔ فطرت کی علامتوں کے ذریعے آزادی کی خواہش کا اظہار ان کی شاعری میں واضح طور پر ملتا ہے۔ اس حوالے سے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

کس قدر پیڑ وہ تناور ہے
جس کے سائے کا دھوپ کو ڈر ہے
ساحلوں کا قیاس کیا جانے
کتنا گہرا کوئی سمندر ہے
ہم مقید قفس کے اندر ہیں
شور لیکن قفس کے باہر ہے(۱۳)

کہیں اک شہر بے قید در و دیوار بھی ہو
کبھی ہم ساتھ ہوں اور راستہ ہموار بھی ہو
ضروری تو نہیں منزلیں سب کی ایک ہوں
جو موسم اس کنارے رہے ہے وہی اس بار بھی ہو(۱۴)

درجہ بالا اشعار سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یاسمین حمید کی شاعری میں عورت اور فطرت باہم ایک ہی وجود محسوس ہوتے ہیں۔ سمندر، زمیں، آسمان، درخت، ساحل اور موجیں سب عورت کے باطنی احساسات، آزادی کی خواہش اور

تخلیق کی قوت کے طور پر اجاگر ہوتی ہے۔اس طرح شاعرہ فطرت کو لسانی شعور کا خیال اور ہم معنی جزو بنا دیتی ہیں۔ان کے ہاں فطرت کی وسعت عورت کی وسعت، سمندر کی گہرائی عورت کے باطن کی گہرائی اور درخت کی استقامت عورت کی قوت مزاحمت کے طور پر سامنے آتی ہے۔ یوں یاسمین حمید کی شاعری عورت اور فطرت کی وحدت کو نہایت خوبصورتی سے پیش کرتی دکھائی دیتی ہے۔

ایکو فمینزم کا دائرہ صرف عورت اور فطرت کے استحصال تک محدود نہیں ہے بلکہ اس میں عورت کی تخلیقی قوت خود آگاہی اور شناخت بازیافت کو بھی زیر بحث لاتا ہے۔ عورت بطور ایک فعال، تخلیق کار اور معنی خیز وجود تسلیم کرتی ہے۔یاسمین حمید کے ہاں تخلیق کا عمل ادبی سرگرمی تک محدود نہیں رہتا بلکہ داخلی انکشاف اور وجودی اثبات کا باعث بنتا ہے۔ان کی شاعری میں عورت تخلیق کے ذریعے اپنی شناخت کی تشکیل کرتی دکھائی دیتی ہے۔اس ضمن میں ان کی نظم "تخلیق" خصوصی اہمیت کے حامل ہے۔ نظم کا یہ حصہ ملاحظہ ہو:

ایک طرف اجالا ہے
ایک طرف سیاہی ہے
دونوں میرے ہم جھولی
ہم رکاب ہیں میرے
زیست گر اجالا ہو
حرف جلنے لگتے ہیں
اور اگر سیاہی ہو
بے چراغ لگتے ہیں
دونوں کے تصرف سے
زندگی آبھرتی ہے
جھٹپٹے کی ساعت میں
حرف دل کے خالق کی
بے کلی چٹکتی ہے!(۱۵)

Research Journal Tahqeed تحقیق تحقیقی مجلہ
eISSN:2789-6331
pISSN:2789-4169
Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد07، شمارہ01

یاسمین حمید کی شاعری میں تحریر اور اظہار نسائی خود اثبات کے ذریعے کے طور پر سامنے آتا ہے۔ وہ اپنے تخلیقی عمل کے ذریعے عورت کی شناخت کو محدود کرنے کے نظریات و تصورات کو چیلنج کرتی ہیں۔ یوں ان کا لکھنا اظہار کی بجائے فکری اور تہذیبی مزاحمت بن جاتا ہے۔ اس خیال کا اظہار ان اشعار میں واضح دکھائی دیتا ہے:

اسے کاغذ پہ بنا دیتی ہوں
شہر کو اگ لگا دیتی ہوں
لو جھپکتی نہیں آنکھیں اپنی
انہیں پتھر کا بنا دیتی ہوں
جب بھی ساحل پر نظر آتے ہو
ریت میں رنگ ملا دیتی ہوں(۱۶)

یہاں "کاغذ" اور "شہر" علامتوں کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ "کاغذ" تخلیق اور قوت اظہار جبکہ "شہر" سماجی نظام اور اقدار کی نمائندگی کرتا ہے۔ ان کے ہاں نسائی خود آگاہی کا ایک اور پہلو بڑی خوبصورتی سے ان کے اشعار میں ڈھلتا ہے:

میں کیسا آئینہ تکنے لگی ہوں
جو اپنے آپ سے ڈرنے لگی ہوں(۱۷)

عورت کی خود اعتمادی اور شناخت کے شعور کا اظہار یاسمین حمید کے اشعار سے ملاحظہ ہو:

میری بساط سے الجھا اگر غرور مرا
دیا جلا کر سر آفتاب رکھ دوں گی(۱۸)

درجہ بالا اشعار عورت کی تخلیق اور روحانی قوت کے اعلان کو ظاہر کرتے ہیں، یوں شاعرہ عورت کی صلاحیتوں اور وجود کی روشنی پر اعتماد کا اظہار کرتی ہیں۔ یہاں "دیا" شعور، تخلیق اور شناخت کی علامت ہے، جو تاریکی و ظلمت کو شکست دینے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ رویہ ایک ایسی عورت کی تصویر پیش کرتا ہے، جو حقیقت سے آشنا ہے اور اپنے وجود کو کسی دوسرے کی توثیق کا مرہون منت خیال نہیں کرتی۔ یاسمین حمید کے ہاں عورت حساس مگر مضبوط تخلیقی وجود کے طور پر سامنے آتی ہے، یہی نسائی شعور ان کی شاعری کو ایک مضبوط ایکوفیمینسٹ جہت عطا کرتا ہے۔

Research Journal Tahqeed تحقیق تحقیقی مجلہ eISSN:2789-6331 pISSN:2789-4169 Published: 30-06-2026
Volume 07, Issue 01 جلد07، شمارہ01

یاسمین حمید کی شاعری کا ایکو فیمینسٹ مطالعہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ ان کا شعری وژن عورت، فطرت اور سماج کے باہمی رشتوں کی گہری تفہیم سے تشکیل پاتا ہے۔ ان کی شاعری میں عورت ایک حساس مگر باشعور وجود کے طور پر سامنے آتی ہے جو داخلی کرب، سماجی جبر اور شناخت کے مسائل سے نبرد آزما ہوتے ہوئے اپنی ذات کی بازیافت کی کوشش کرتی ہے۔ اسی طرح فطرت بھی ان کے ہاں محض منظر نگاری کا وسیلہ نہیں بلکہ ایک زندہ اور بامعنی وجود ہے جس کے مختلف مظاہر عورت کے احساسات، آزادی کی خواہش اور تخلیقی قوت کی علامت بن جاتے ہیں۔ یاسمین حمید عورت کو بے بس اور خاموش کردار کے طور پر پیش کرنے کے بجائے اسے سوال اٹھانے، مزاحمت کرنے اور اپنی شناخت قائم کرنے والی ہستی کے طور پر دکھاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری نسائی شعور، ماحولیاتی حساسیت اور انسانی وقار کے تصورات کو ایک ساتھ سمو کر ایک مؤثر ایکو فیمینسٹ اظہار کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید
eISSN:2789-6331
pISSN:2789-4169
Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد07، شمارہ01

حوالہ جات

1. Peter Barry,Begining theory,Manchester University press, UK,2010 ,P:248

۲۔ نسرین احمد فقیحی، ایکو فیمینزم اور عصری تانیثی اردو افسانہ، عکس پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۲۷

۳۔ قاضی عابد، ڈاکٹر، اردو ادب میں تانیثیت، پورب اکادمی، اسلام آباد، س ن، ص ۲۲

۴۔ عتیق اللہ، پروفیسر، بین العلومی تنقید، ایچ ایس آفیس پرنٹرز، دہلی، ۲۰۱۹ء، ص۔ ۱۶۰

۵۔ ایضاً، ص ۱۶۰

۶۔ یاسمین حمید، دوسری زندگی (کلیات)، مکتبہ دانیال، کراچی، ۲۰۰۷ء، ص ۳۲

۷۔ ایضاً، ص ۵۹

۸۔ ایضاً، ص ۲۵۷

۹۔ ایضاً، ص ۳۹۷

۱۰۔ ایضاً، ص ۴۵۵

۱۱۔ ایضاً، ص ۴۶

۱۲۔ ایضاً، ص ۴۴۹

۱۳۔ ایضاً، ص ۴۵۰

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۵۸

۱۵۔ ایضاً، ص ۵۴۶

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۴۸

۱۷۔ ایضاً، ص ۲۸۳

۱۸۔ ایضاً، ص ۴۲۶